



سرچشمه ایمان

مؤلف: جعفر فاضل

مترجم: محمد حسین بهشتی

ناشر: مؤسسه قائم آل محمد (عج)

فلولا ابوطالب وابنه
لہا مثل الدین شخصاً وقاماً

فذاک لایمکۃ اوی وحامی
وهذا بیثرب حبس الحمأما

اگر ابوطالب اور اس کے فرزند ارجمند نہ ہوتے
تو دین اسلام مجسم نہیں ہوتا ان دونوں نے اسلام کے واسطے قیام فرمایا۔
ابوطالب نے مکہ میں پناہ دی اور حمایت فرمائی
اور علی نے مدینہ میں تا آخرین نفس جنگ کی۔

میان عاشق و معشوق رمزی است

چہ داند آن کہ اشتراھی چراند

یا عہ!

رَبِّیْتَ صَغِيرًا، وَكَلَّمْتِ سَيِّئًا، وَنَصَرْتِ كَيْبِرًا

فَجَزَاكَ اللهُ عَنِّي خَيْرًا

اے چچا جان! بچپن میں میری تربیت کی۔

یتیمی میں میری کفالت کی اور بڑے ہونے کے بعد میری مدد و نصرت فرمائی۔ خدا میری طرف سے آپ کو جزا عنایت فرمائے۔

(رسول اکرم)

هر گز نمیرد آنکه دلش زنده شد به عشق

ثبت است در جریدہ عالم دوام ما

مقدمہ

گفتار مترجمہ

حضرت ابوطالب کے بارے میں مسلسل عرق ریزی اور انتہائی محنت سے جو مقالہ جناب فاضل ارجمند حجۃ الاسلام والمسلمین جعفر فاضل نے مدون کیا ہے۔ وہ لائق صد افتخار ہے اور جناب مبارک باد کے مستحق ہیں میرے لئے بھی مقام فخر ہے کہ قبلہ نے بندہ حقیر کو امر فرمایا کہ اس آرٹیکل کا اردو زبان میں ترجمہ کروں۔ لہذا میں نے ان کے احترام میں ان کی اس علمی کاوش کو من و عن اردو کا لباس پہنا دیا ہے اس حوالہ سے میں ان کا نہایت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بندہ کو اس قابل سمجھا۔ یہ انتہائی خوشی کی بات ہے کہ مجھ جیسے حقیر کو ایسی توفیق نصیب ہوئی کہ جو نہ صرف اپنی دنیا اور آخرت کیلئے بہترین زاد راہ ہے بلکہ پوری انسانیت کیلئے راہ نجات ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پڑھے لکھے بلکہ بڑے بڑے علمی مدارج طے کرنے والے دانشور حضرات بھی مذہبی تعصب یا تاریخی غلط بیانیوں کی وجہ سے راہ مستقیم سے منحرف ہو جاتے ہیں اور گمراہ لوگوں کی ترجمانی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

تاریخ اسلام تو نہیں بلکہ تاریخ مسلمین میں چودہ سو صدیوں سے جو واقعات رونما ہوئے ہیں وہ ایک بالغ نظر شخص، با بصیرت انسان اور مومن کیلئے انتہائی غم انگیز اور دردناک ہیں ان واقعات میں سے ایک حضرت ابوطالب کی شخصیت کو پائمال کرنا اور جھٹلانا ہے۔

بجائے اس کے کہ انکو علیہ السلام سے یاد کیا جائے ان کو کافر و مشرک ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ بحر حال اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ عقلی اور نقلی گفتگو آپ لوگوں کی خدمت میں پیش خدمت ہے۔

مناقب ابن شہر آشوب میں یہ روایت موجود ہے کہ جناب حضرت عبدالمطلب کی رحلت کا وقت قریب ہوا تو آپ نے جناب ابوطالب کو بلایا جب وہ اپنے باپ کے سرہانے حاضر ہوئے تو جناب عبدالمطلب احتضار کے عالم میں تھے اور آنحضرت ان کے سینہ پر تھے اسی عالم میں انہوں نے جناب حضرت ابوطالب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: یا ابا طالب انظر ان تکون حافظاً لهذا الوحید الذی لم یثم راحۃ ابیہ، ولم یذق شفقہ امہ۔ انظر یا ابا طالب ان یکون من جسدک بمنزلۃ کبدک

اے ابوطالب دیکھو! تم اس فرزند کی حفاظت کرنا، جس نے اپنے باپ کی خوشبو نہیں سونگھی اور ماں کی شفقت و محبت کا مزہ نہیں چکھا۔ دیکھو! اسے اپنے کلیجہ کی طرح عزیز رکھنا...

اصول کافی، ج ۱، ص ۴۸ میں لکھتے ہیں کہ:

يا ابا طالب ان ادركت ايامه فاعلم انى كنت من البصر الناس والعلم الناس به فان اسطعت ان تتبعه فافعل وانصره بلسانك و يدك و مالك فانه والله سيسودكم.

اے ابوطالب! اگر تم نے اس کا ((اس کی رسالت کا)) زمانہ درک کیا تو یہ جان لو کہ میں اس کے حالات کے بارے میں سب سے زیادہ واقف و آگاہ ہوں، اگر تم سے ہو سکے تو اس کی پیروی کرنا اور اپنی زبان، ہاتھ اور مال کے ذریعے اس کی نصرت کرنا، کیونکہ خدا کی قسم وہ تم پر سرداری و حکومت کرے گا۔

جہاں تک پیغمبر اکرم کے اجداد کی الہی شخصیت اور خداوند عزوجل پر ان کے ایمان و اعتقاد کے حوالے سے بہت سے شیعہ و سنی علماء کے عقیدہ کے مطابق حضرت عبدالمطلب و حضرت ابو طالب مکہ شہر میں توحید کے عظیم مبلغ اور ہر قسم کے شرک و بت پرستی کے مخالف تھے، اگرچہ بعض افراد کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ وہ اپنے عقیدہ کا اظہار کرنے میں تقیہ سے کام لیتے تھے اور بعض مصلحتوں کی بناء پر بت پرستی کے رسم و رواج میں شرکت کرتے تھے۔

وكان عبدالمطلب و ابو طالب من اعراف العلماء و اعلمهم بشان النبى و كان يكتمان ذلك عن الجهال و اهل الكفر و الضلال.

جناب عبدالمطلب و ابوطالب ان علماء میں تھے جو شان پیغمبر اکرم اور ان کے حق سے سب سے زیادہ واقف تھے لیکن آنحضرت سے متعلق اپنی معرفت کو نادانوں، کافروں اور گمراہوں سے چھپایا کرتے تھے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اصح ابن نباتہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب سے سنا کہ آپ فرماتے تھے، خدا کی قسم! نہ میرے باپ اور نہ میرے دادا عبدالمطلب، نہ ہاشم اور نہ عبدمناف کسی نے ہرگز بت پرستی نہیں کی۔ حضرت امیر المؤمنین سے لوگوں نے سوال کیا کہ کیا پھر وہ کس کی عبادت کرتے تھے؟

تو آپ نے فرمایا:

كانوا يصلون على البيت على دين ابراهيم عليه السلام متمسكين
 وہ حضرات، دین حضرت ابراہیم کے مطابق خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے اور ان ہی کے دن سے تمسک حاصل کرتے تھے۔

یعقوبی اپنی تاریخ میں حضرت عبدالمطلب کے بارے میں رقمطراز ہیں:

ورفض عبادة الاصنام، وحده الله عزوجل موفق بالندى وسن سننا نزل القرآن
 باکثرا۔

وہ ایسے شخص تھے جنہوں نے بتوں کی پرستش سے گریز کیا، خدائے عزوجل کی وحدانیت کو پہنچانا، نذر کو پورا کیا اور ایسی سنتیں قائم کیں جن میں سے اکثر و بیشتر کو قرآن نے تسلیم کیا ہے۔

بعد میں ان سنتوں کو اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

فكانت قریش تقول عبدالمطلب ابراهيم الثاني.

یہاں تک کہ قریش نے حضرت عبدالمطلب کو ابراہیم ثانی کہتے تھے۔

اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جب مکہ میں خشک سال آئی، قریش قحط میں مبتلا ہوئے تو حضرت عبدالمطلب کی دعا سے بارش برسنے کا ذکر تفصیل سے موجود ہے۔

مرحوم کلینی رحمۃ اللہ علیہ نے اصول کافی میں اپنی سند سے زرارہ کے ذریعہ حضرت امام جعفر صادق سے یہ روایت نقل کی ہے: آپ نے فرمایا:

يُحْشَرُ عَبْدَ الْمَطْلَبِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أُمَّةً وَاحِدَةً عَلَيْهِ سَيِّمَاءُ الْأَنْبِيَاءِ وَهَيْبَةُ الْمَلُوكِ.

قیامت کے دن حضرت عبدالمطلب تنہا ایک امت کی شکل میں محشور کئے جائیں گے اور ان کی شان یہ ہوگی کہ ان کا چہرہ پینمبروں جیسا اور ہیبت بادشاہوں جیسی ہوگی۔

اسد الغابہ میں حضرت ابوطالب کے بارے میں چند قول نقل ہوئے ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے پتے بیٹوں کو جمع کر کے حضرت پیغمبر اکرم کے سلسلہ میں ان سے سفارش کی، اس کے ساتھ ہی عبدالمطلب نے اپنے دو بیٹوں زبیر اور ابوطالب کو آنحضرت کی کفالت اور سرپرستی کے بارے میں قرعہ ڈالا قرعہ حضرت ابوطالب کے نام نکلا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ انتخاب خود حضرت عبدالمطلب نے کیا اور حضرت ابوطالب کو آنحضرت کے تمام کی کفالت و سرپرستی کیلئے انتخاب کیا۔ کیونکہ ابوطالب، آنحضرت کے تمام چچاؤں میں ان سب سے زیادہ مہربان تھے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے اس بارے میں براہ راست حضرت ابوطالب کو وصیت کی اور حضرت محمد کو ان کی کفالت اور سرپرستی میں دے دیا۔

چوتھا قول یہ ہے کہ پہلے زبیر نے آنحضرت کی کفالت و سرپرستی کی اور جب وہ وفات پا گئے تو آنحضرت کی کفالت حضرت ابوطالب نے اپنے ذمہ لی۔

ابن شہر آشوب، مناقب میں لکھتے ہیں:

حضرت رسول اکرم عبدالمطلب کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ جب ان عمر سو سال ہوئی اور آنحضرت آٹھ برس کے ہوئے تو عبدالمطلب اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور ان سے کہا: محمد یتیم ہے، اس کی سرپرستی کرو، وہ صاحبِ ضرورت ہے اسے بے نیاز کرو اس کے بارے میں میری وصیت و سفارش پر توجہ دو۔ ابولہب نے کہا: کیا میں اس کام کو انجام دوں گا؟ حضرت عبدالمطلب نے اس سے کہا: اپنا شر اس سے دور رکھو!

عباس نے اظہار خیال کیا: میں اس کام کو اپنے ذمہ لے لوں گا۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا: تم غصہ و رآدمی ہو، ڈرتا ہوں کہ تم اسے اذیت دو گے۔

ابوطالب نے کہا: میں اس حکم پر عمل کروں گا اور ان کی کفالت اپنے ذمہ لیتا ہوں۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا: ہاں! تم ان کی سرپرستی اپنے ذمہ لے لو۔

اس کے بعد حضرت محمد کی طرف رخ کر کے کہا:

یا محمد اطع لہ۔ "اے محمد! اس کی اطاعت کرو۔"

حضرت محمد نے فرمایا:

یا ابہ لا تحزن فان لی ربلا یضیفی۔ "

اے پدر بزرگوار غمزدہ نہ ہوں، یقیناً میرا ایک پروردگار ہے جو مجھے تباہ نہیں ہونے دے گا۔

اس کے بعد حضرت ابوطالب نے آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا اور آپ کی حمایت کی۔

ایک مقام پر حضرت ابوطالب اپنے باپ حضرت عبدالمطلب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے

ہیں:

یا ابہ لا تصنی بمحمد فأنه ابنی وابن اخی." "

اے پدر محترم: آپ محمد کے بارے میں مجھ سے وصیت نہ کریں کیونکہ وہ میرا بیٹا اور میرے بھائی کا فرزند ہے۔

اس روایت کے ساتھ ہی ابن شہر آشوب یہ بھی نقل کرتے ہیں:

جب حضرت عبدالمطلب نے وفات پائی تو حضرت ابوطالب، آنحضرت کو پہنانے اور کھلانے میں خود پر اور اپنے گھر والوں کو مقدم رکھتے تھے۔

اور ابن حجر عسقلانی نے کتاب الاصابہ میں اس بارے میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوطالب ابن عبدالمطلب، جن کی کنیت مشہور ہو گئی ہے، مشہور روایت کی بناء پر ان کا نام عبدمناف ہے اور بعض نے ان کا نام عمران لکھا ہے۔ نیز حاکم نے لکھا ہے زیادہ تر مؤرخین کا عقیدہ یہی ہے کہ ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے۔

یہاں تک کہ حضرت پیغمبر اکرم کی بابرکت عمر کے واقعات و حادثات سے بھرے ہوئے آٹھ برسوں کا ذکر کر چکے ہیں۔

آنحضرت اب جناب حضرت ابوطالب کے گھر میں داخل ہو چکے ہیں اور مہربان چچا کی آغوش اپنے بھائی حضرت عبداللہ کے عظیم المرتبت بیٹے کی پرورش اور تربیت کیلئے آمادہ ہے۔

تاریخ اسلام کی مختصر سے مختصر معلومات رکھنے والے سے بھی یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ اس بزرگ شخص یعنی ابوطالب نے کس قدر ایثار و فداکاری اور کتنے اخلاص و محبت سے یہ سنگین الٰہی واجتماعی فریضہ اپنی عمر کی آخری سانس تک انجام دیا ہے جس کا سلسلہ تتالیس (۴۳)

برسوں تک پھیلا ہوا ہے اس ذریعہ سے آپ روز قیامت تک دنیا بھر کے تمام مسلمانوں پر
کتنا بڑا حق رکھتے ہیں۔

فجزاہ اللہ عن الاسلام و عن المسلمین خیر الجزاء

لطف عالی متعالی

محمد حسین بہشتی حوزہ علمیہ مشہد مقدس

تقریظ

لاکھوں درود و سلام ہوں کائنات کی عظیم مخلوق حضرت محمد بن عبد اللہ اور ان کے پاک خاندان خصوصاً حضرت جتہ ابن الحسن مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی ذات گرامی پر۔
 نورِ تاباں، ستارہ درخششاں، فضیلت و عظمت کے آسمان یعنی حضرت المؤمنین علی ابن ابی طالب کی ذات مقدس جو ہمیشہ سے جن و بشر کی ہدایت کے سامان فراہم کرتی رہی ہے۔
 حضرت علی جو مصداق اتم السابقون السابقون اولئک المقربون ہیں اور تمام جہت سے چاہیوہ اسلام لانے کا مرحلہ ہو یا اسلام کی راہ میں اپنے خون کے آخری قطرہ کو نچھاورنے کا مقام ہو سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔

آپ میزان حق و باطل ہیں۔ حضرت رسول اکرم نے کتنے دلکش اور خوبصورت انداز میں فرمایا: علی حق کے ساتھ اور حق علی کے ساتھ ہے۔ اس بناء پر حضرت امیر المؤمنین ہر قسم کے نقص و عیب سے پاک و پاکیزہ ہیں۔

لیکن ایک گروہ بہت سی وجوہات اور مختلف علتوں کی بناء پر اس وجودنازنین سے ہمیشہ دشمنی کرتے رہے ہیں اور اپنی دشمنی و عداوت کو مختلف طور طریقوں سے ظاہر کرتے رہے ہیں من جملہ:

- ۱۔ حضرت امیر المؤمنین کی فضیلت اور مقام کو چھپانے کی ناکام کوشش۔
 - ۲۔ دوسروں کو آپ پر فوقیت اور برتری دینا۔
 - ۳۔ آپ کے مخالفین کے فضائل تراشنا۔
 - ۴۔ آپ کو سب و شتم کرنا (البتہ ان لوگوں کی تعداد بہت رہی ہے)
 - ۵۔ آپ کے کردار اور گفتار پر اعتراض کرنا۔
 - ۶۔ آپ کی حکومت و خلافت کو غصب کرنا۔
 - ۷۔ خاندان وحی کو اذیت و آزار دینا۔
- اس کے علاوہ اس مسئلہ کو زیادہ اچھا لانا کہ حضرت امیر المؤمنین کے والد گرامی مشرک تھے۔ گویا یہ چاہتے ہیں کہ حضرت علی کو مشرک زادہ ثابت کریں۔ (نعوذ باللہ)
- کئی سالوں سے مخالفین اس تہمت پر خاص تاکید کرتے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک مختصر کتاب اس ضمن میں یعنی ایمان ابوطالب کے بارے میں تحریر کروں تاکہ سب کے اوپر واضح اور روشن ہو جائے کہ نہ فقط آپ صاحب ایمان نہیں بلکہ آپ کا ایمان تمام جن و انس کے ایمان سے قوی تر اور برتر ہے۔
- یہ کتاب دو زبان فارسی اور انگریزی میں ایران کے اندر چھپی اور نشر ہو چکی ہے۔ اور یہ فیصلہ ہوا ہے کہ اردو زبان میں ترجمہ ہو کر زیادہ سے زیادہ مورد استفادہ قرار دیا جائے۔
- اس کتاب کا ترجمہ کرنے والے محقق گرامی حجیۃ الاسلام والمسلمین جناب شیخ محمد حسین بہشتی صاحب جن کا سابقہ تالیف اور ترجمہ اردو زبان میں زیادہ رہا ہے۔ امیدوار ہوں کہ خداوند

عالم اس سعی پیہم کو آپ کیلئے ذخیرہ آخرت قرار دے اور حضرت امیر المؤمنین کے خاص
توجہات کے حامل ہوں۔

جعفر فاضل

مشہد مقدس ایران

سرچشمہ ایمان

ستائیس (۲۷) رجب یوم وفات حضرت ابوطالب ہے۔ سید بطحاء حضرت ابوطالب ہجرت سے دس (۱۰) سال پہلے اس دنیا سے رحلت فرما گئے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر اکیاسی (۸۱) سال تھی۔ چونکہ جعلی روایت کے ذریعے آپ کی شان میں گستاخی کی گئی ہے اور آپ کو مشرک کہا گیا ہے لہذا مناسب سمجھا کہ کہ حقیقت حال سے آگاہ ہونے کیلئے کچھ تحقیق کی جائے۔

صاحب وقایع الایام، جلد ۱، ص 289 میں لکھتے ہیں:

سیوطی کہتے ہیں: جس من گھڑت حدیث کے ذریعے حضرت ابوطالب کی شان میں جسارت کی گئی ہے وہ معاویہ ابن ابوسفیان کی حکومت اور اس کے بعد کے زمانے کی ہے جو بنی امیہ کو خوش کرنے کیلئے ایک روای مغیرہ بن شعبہ نے گھڑی تھی۔ یہ شخص بنی ہاشم سے دشمنی کے بارے میں بہت مشہور تھا۔

البتہ اس قسم کی نسبتوں اور تہمتوں سے وجود مقدس حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کی ذات اقدس کی توہین اور ان کی شخصیت کو داغدار کرنے کیلئے ایک ناکام کوشش تھی، جو اہل تحقیق سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اس مقالہ میں ہمارا ہدف حضرت ابوطالب کے ایمان اور ان کے اخلاص کو ثابت کرنا ہے۔

حضرت ابوطالب کے بارے میں بہت ساری باتیں موجود ہیں لیکن جس موضوع اور مطلب بارے میں ہم نے بحث کرنی ہے وہ درج ذیل ہیں۔

1- حضرت رسول اکرم کی کفالت کیلئے حضرت ابوطالب کا انتخاب اور انہیں حضرت ابوطالب کے سپرد کرنے کے اسباب کیا ہیں۔ جبکہ آپ خود فقرا اور تنگدستی میں گرفتار تھے۔ پس حضرت رسول اکرم کی حفاظت و کفالت نہایت ہی اہمیت کا حامل مسئلہ ہے۔

2- کفالت کو نہایت ہی احسن اور مکمل طور سے انجام دینا، حضرت رسول اکرم کی جان کی حفاظت کرنا اور اسلام کا تسلسل، حضرت ابوطالب کا مرہون منت ہے۔

3- عربستان میں حضرت ابوطالب کی شخصیت، مقام و مرتبہ اور آپ کا حسب و نسب روز روشن کی طرح عیاں اور واضح ہے۔

4- آپ کے ایمان کی پختگی اصحاب کہف کے ایمان کی مانند خلق خدا پر روشن و منور ہے۔

5- دین کی بقاء اور اسلام کے تسلسل میں حضرت ابوطالب کا بڑا کردار شامل ہے۔

6- حضرت ابوطالب کے ایمان پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔

7- خاندانِ وحی کی جانب سے حضرت ابوطالب کے ایمان پر دلیل و برہان موجود ہے۔

8- چھ معصوم ہستیوں حضرت رسول اکرم، حضرت امیر المؤمنین علی، حضرت امام سجاد،

حضرت امام محمد باقر، حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام رضا کے فرامین ہیں کہ حضرت ابوطالب کا ایمان تمام جن و انس کے ایمان پر افضل و برتر ہے۔

9- حضرت ابوطالب کا خدا کے ساتھ رابطہ اور ان کا مستجاب الدعوت ہونا ثابت ہے۔

- 10- حضرت ابوطالب کے ایمان پر قرآن اور شواہد موجود ہیں۔
- 11- حضرت ابوطالب کا ایمان کتب اہل سنت سے ثابت ہونا۔
- 12- حضرت ابوطالب کے ایمان کے بارے میں علماء امامیہ کا اتفاق اور اجماع ہے۔
- 13- حضرت رسول اکرم کی رسالت اور امیر المؤمنین علی کی امامت پر حضرت ابوطالب کا اعتقاد اور ایمان۔

14- حضرت ختم مرتبت پیغمبر اکرم کی حفاظت کے حوالہ سے حضرت ابوطالب کے اجر رسالت کی عظمت اور تمام مسلمانوں کے اعمال خیر میں ان کی شرکت۔

ان تمام موضوعات پر بحث کرنے کیلئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ بہر حال ہم قارئین کی آسانی کیلئے اس ضمن میں ان تمام عناوین پر مختصر مگر مفید گفتگو کریں گے تاکہ مطلب کا رخ روشن اور واضح ہو سکے۔

حضرت عبدالمطلب کی متعدد بیویاں تھیں ان میں سے ایک فاطمہ بنت عمرو بن عائد ہے جن سے حضرت عبداللہ، رسول اکرم کے والد بزرگوار، حضرت ابوطالب حضرت امیر المؤمنین علی کے والد گرامی اور زبیر و عبدالکعبہ پیدا ہوئے۔ حضرت عبدالمطلب کی دوسری بیویوں سے مثلاً حضرت عباس و حارث متولد ہوئے۔ چنانچہ عباس کی نسل سے (بنی عباس کا سلسلہ نسب چلا) جو کہ حضرت عبداللہ کے بھائی تھے۔

ماں باپ دونوں کے حوالہ سے یعنی دونوں ایک ہی ماں باپ سے متولد ہوئے ہیں۔ بنا بر این حضرت عباس، پیغمبر اکرم کے چچا ہوئے صرف باپ کے حوالے سے لیکن حضرت ابوطالب

، پیغمبر اکرم کے چچا ہوئے ماں باپ دونوں کے حوالہ سے۔ اس بات کی اہمیت اس حد تک ہے کہ اس پر زبردست قسم کے اعتقادی ثمرات مرتب ہوئے ہیں۔

ہارون الرشید جو بنی عباس سے تھا حضرت امام موسیٰ بن جعفر سے سوال کرتا ہے کہ آپ کیوں اپنے آپ کو حکومت کا حق دار سمجھتے ہیں جبکہ جس طرح حضرت ابوطالب، پیغمبر اکرم کے چچا ہوتے ہیں اسی طرح حضرت عباس بھی پیغمبر اکرم کے چچا تھے؟

آپ کو کس بنا پر بنی عباس پر فضیلت حاصل ہے؟

اور آپ یہ اعتقاد کیوں رکھتے ہیں کہ حکومت و خلافت بنی عباس تک نہیں پہنچنی چاہیے اور یہ حق صرف حضرت علی اور ان کے فرزندوں کو پہنچتا ہے؟

حضرت امام موسیٰ کاظم، ہارون رشید کے جواب میں فرماتے ہیں:

جناب عباس کا پیغمبر اکرم کا چچا ہونا درست ہے لیکن عبد اللہ و عباس صرف باپ کے حوالے سے بھائی تھے لیکن ہمارے جد امجد حضرت ابوطالب

حضرت عبد اللہ کی ماں کی طرف سے بھی بھائی تھے، لہذا پیغمبر اکرم سے ہماری قرابت زیادہ ہے

حضرت عبدالمطلب کی عام الفیل کے آٹھ سال بعد دنیا سے رحلت ہوئی۔ آپ پیغمبر اکرم کی کفالت کے ذمہ دار تھے۔ آپ نے اپنی وفات کے موقع پر حضرت ابوطالب کو وصیت کی کہ اپنے بھتیجے محمد کی کفالت کی ذمہ داری اور سرپرستی کو قبول کریں۔

حضرت ابوطالب نے بھی خوشی سے اس ذمہ داری کو قبول فرمایا۔ اس میں شک نہیں ہے کہ حضرت ابوطالب نے وصیت پہنچان اور معرفت کی بنیاد پر قبول فرمائی تھی۔ کیونکہ حضرت

عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں حارث، عباس، زبیر اور دوسرے بھائیوں کی موجودگی کے باوجود اس ذمہ داری کو صرف اور صرف حضرت ابوطالب کے سپرد کیا۔ حالانکہ حضرت عبدالمطلب، جناب حضرت ابوطالب کی معاشی تنگدستی کی صورتِ حال سے اچھی طرح آگاہ تھے۔

صاحبِ تاریخ طبری اس ضمن میں یوں تحریر کرتے ہیں:

جب حضرت عبدالمطلب کی رحلت کا وقت قریب ہوا تو آپ نے جناب حضرت ابوطالب کو وصیت فرمائی کہ وہ پیغمبر اکرم کی وکالت و کفالت کو قبول کریں۔

صاحبِ کتاب تاریخ طبری نے اس بات کی وجہ کچھ اس طرح بیان کی ہے:

چونکہ حضرت ابوطالب جناب عبداللہ کے سگے بھائی تھے۔ اس وجہ سے حضرت عبدالمطلب نے رسول اکرم کی کفالت وکالت آپ کے سپرد کی تھی۔ لیکن یہ نظریہ کچھ بے توجہی اور شاید اندھے تعصب کی بناء پر ہو کیونکہ اگر یہ کام صرف اور صرف سگے بھائی ہونے کی بناء پر کیا گیا تھا تو پھر ان کے اور بھی سگے بھائی مثلاً عباس، زبیر اور حارث وغیرہ بھی تھے۔

پھر یہ ذمہ داری ان میں سے کسی کے کا ندھے پر کیوں نہیں ڈالی گئی، البتہ یہ بات ماننے کو دل نہیں چاہتا ہے کہ ثروت مند اور مالدار افراد کی موجودگی میں ایک غریب اور فقیر شخص، پیغمبر اکرم کی وکالت و کفالت اور سرپرستی کو قبول کرے مگر یہ کہ اس میں کوئی اور فضیلت و برتری موجود ہو۔

حضرت ابوطالب کی لیاقت اور شاہدگی حضرت عبدالمطلب پر واضح و آشکار تھی اس وجہ سے

انہوں نے اس عظیم ذمہ داری کیلئے حضرت ابوطالب کا انتخاب عمل میں لائے اس حوالہ سے قابل توجہ بات یہ حضرت عبدالمطلب جانتے تھے کہ حضرت محمد خدا کے رسول ہیں اور یہ حقیقت جناب حضرت ابوطالب کے گوش گزار بھی فرمائی اور ان سے وعدہ لیا کہ پیغمبر اکرم کی حفاظت کے واسطے اپنے ایمان کو مخفی رکھیں اور حضرت ابوطالب نے بھی ایسا ہی کیا یہ بات سب پر عیاں ہے کہ جب تک حضرت ابوطالب زندہ رہے کسی کو جرات تک نہ ہوئی کہ وہ پیغمبر اکرم کو کوئی اذیت و آزار کرے۔

ابن ابی الحدید اس ضمن میں شعر لکھتے ہیں کہ جس کا مطلب یہ ہے:

اگر ابوطالب اور ان کا بیٹا نہ ہوتے تو دین اس قدر مستحکم نہ ہوتا۔ جناب حضرت ابوطالب نے مکہ میں پیغمبر اکرم کی کھل کر حمایت کی اور ان کے بیٹے علی نے مدینہ میں پیغمبر اکرم کا بے دریغ دفاع کیا۔

مذکورہ مطالب سے واضح ہوتا ہے:

ض-1 حضرت ابوطالب کا ایمان، پیغمبر اکرم پر راسخ تھا۔

ض-2 حضرت ابوطالب بہترین طریقے سے پیغمبر اکرم کی حفاظت اور سرپرستی کی۔

تاریخ یعقوبی میں ہے کہ:

پیغمبر اکرم نے بیس (۲۰) سال کی عمر میں دو افراد کو خواب میں دیکھا کہ جو ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے یہ وہی ہے جو تمہارے سپرد کی گئی ہے۔ حضرت محمد نے خواب اپنے چچا کے سامنے نقل کیا، وہ مکہ میں یہود و نصاریٰ کے علماء کے پاس گئے اور ان کے سامنے یہ خواب

بیان کیا تو ان لوگوں نے کہا یہ شخص ایک پاک مطہر روح کا مالک ہے اور عنقریب قیام کریگا۔ اور دوسری علامتیں جو ان کی کتابوں میں آئی ہیں ان کی بناء پر آپ کو رسول آخر الزمان کہا گیا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے علماء نے اس خواب سے جو کچھ سمجھا وہ حضرت ابوطالب کے سامنے بیا ن کیا اس سے سب پر واضح ہو گیا اور سب سمجھ گئے کہ حضرت محمد بن عبد اللہ خدا کے رسول ہونگے۔

یہ سمجھ سے باہر ہے کہ یہود و نصاریٰ کے علماء تو حضرت رسول اکرم کی شخصیت سے آگاہ ہو جائیں لیکن حضرت ابوطالب ہمیشہ حضرت رسول اکرم کے ساتھ رہنے کے باوجود اس فیض سے محروم رہ جائیں۔

اسی تاریخ یعقوبی میں ہے کہ یہود و نصاریٰ کے علماء نے حضرت ابوطالب سے کہا:

یہ تمہارا بھتیجا خدا کا پیغمبر ہے اس کی حفاظت کریں اور اس پر ایمان لائیں اور اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھیں یہ سب تمہاری ذمہ داریوں میں سے ہے۔

تاریخ یعقوبی میں حضرت ابوطالب کا وہ خطاب بھی درج ہے جو آپ نے پیغمبر اکرم کی شادی کے موقع پر کیا تھا اور یہ حضرت ابوطالب کے ایمان پر بہترین شاہد ہے حضرت ابوطالب نے فرمایا:

قریش میں سے کوئی بھی میرے بھتیجے کی شان و منزلت کو نہیں پہنچ سکتا بلکہ کوئی بھی انسان ان کے مقام و مرتبہ کا حامل نہیں ہے (لایقاس بہ احد)

یہ بالکل وہی تعبیر ہے جو حضرت امام جعفر صادق نے آئمہ طاہرین کے بارے میں فرمائی۔ (لا

یقاس بنا بشر).

ان علامات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوطالب کو رسول اکرم کے بارے میں مکمل معرفت تھی۔ پینمبر اکرم تقریباً آٹھ یا دس سال کے تھے کہ حضرت ابوطالب آپ کو بعض لوگوں کی مخالفت کے باوجود بڑی حفاظت کیساتھ شام کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ لے گئے اور فرمایا: میں ہرگز اس بچے کو اپنے سے دور نہیں کروں گا۔

تاریخ طبری میں ذکر ہوا ہے کہ:

بحیرہ راہب بہت بوڑھا ہو چکا تھا وہ تورات اور انجیل کا بہت بڑا عالم تھا۔ نبی آخر الزمان کی نشانیاں خوب جانتا تھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ حضرت رسول اکرم مکہ ہی سے ظہور کریں گے۔ لہذا کوئی بھی کارواں ادھر سے گزرتا تو وہ آخری رسول کے مبعوث ہونے کے بارے میں ضرور پوچھ گچھ اور سوال کرتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوطالب کا کارواں وہاں پہنچا۔ وہاں ایک درخت تھا جو سا لہا سال سے خشک تھا، اس کارواں کی برکت سے سرسبز ہو گیا۔ اور پھل دینے لگا۔ بحیرہ راہب نے دیکھا کہ اس کارواں کے اوپر بادل کا ایک ٹکڑا سا یہ کئے ہوئے ساتھ ساتھ آ رہا ہے وہ اپنے آپ سے کہنے لگا کہ یہ دوسری نشانی ہے۔ بحیرہ راہب نے اپنی کھوئی ہوئی چیز کو اس کارواں میں پالیا۔

حضرت محمد کے دوش مبارک پر مہر نبوت کو دیکھ کر ایمان لایا۔ واضح سی بات ہے کہ یہ ماجرا اور نشانیاں کارواں والوں سے مخفی نہیں تھیں۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ تاریخ طبری کے مؤلف نے لکھا ہے:

حضرت رسول اکرم نے ابوطالب سے درخواست کی کہ وہ ایمان لے آئیں۔ لیکن حضرت ابو طالب نے فرمایا: میں اپنے دین سے جدا ہونا نہیں چاہتا اور نہ ہی اپنے باپ کے دین کو چھوڑ سکتا ہوں۔

لیکن اگر یہ ماجرا صحیح طور پر نقل ہوا ہو تو یہ خود ایمان حضرت ابوطالب پر ایک دلیل ہے کیونکہ حضرت ابوطالب اور ان کے والدین سب دین ابراہیم پر قائم تھے اور اس قسم کی باتیں از باب تقیہ ہوا کرتی ہیں۔ اور ہم نے یہ جانتے ہیں کہ جناب عبدالمطلب نے حضرت ابوطالب سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنے ایمان کو مخفی رکھیں اور حضرت ابوطالب نے پیغمبر اکرم کی حفاظت کے واسطے ایسا ہی کیا۔

ایک شخص نے امیر المؤمنین سے کہا: فسوس ہے کہ آپ کے والد مشرک تھے۔ آپ نے فرمایا: یہ کیسے ممکن ہے کہ بیٹا تقسیم النار والجنة بہشت اور جہنم کو تقسیم کرنے والا ہو اور باپ آگ میں ہو؟

واضح سی بات ہے حضرت علی کا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں بہشت اور جہنم کا تقسیم کرنے والا ہوں لیکن میں باپ شفاعت کر کے بہشت میں لے جاؤں گا کیا یہ بات قرآن میں نہیں آئی ہے؟ کہ شفاعت کرنے والے شافعین سے مشرکین کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، بلکہ حضرت علی کا مقصد یہ ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ باپ مشرک ہو اور کے ہاں مجھ جیسی شخصیت کا مالک بیٹا پیدا ہو سکتا ہے؟

اس کے علاوہ حضرت امیر المؤمنین علی نے بارہا ایمان ابوطالب کے بارے میں وضاحت

فرمائی ہے جبکہ امیر المؤمنین علی کی شخصیت تمام مسلمان فرقوں کیلئے قابل قبول اور قابل اعتماد ہے ایسے میں کسی کو حضرت علی کے والد گرامی کے ایمان پر ہرگز شک نہیں کرنا چاہیے۔

سبط ابن جوزی نے حضرت علی کے اشعار پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

اباطالب عصمت المستجیری

وغیث المحول ونور الظلم

جناب ابوطالب پناہ لینے والوں کی پناہ گاہ تھے۔

وہ ہر فریادی کے فریادرس اور تاریکی میں نور تھے۔

حضرت امام علی کا مقصد یہ تھا کہ میرے والد محترم اس تاریکی کفر و شرک میں نور ایمان کے حامل تھے۔

اس بارے میں حضرت امام محمد باقر فرماتے ہیں:

اگر تمام خلائق (جن و انس) کے ایمان کو ایک طرف رکھیں اور دوسری طرف ہمارے جد امجد

حضرت ابوطالب کے ایمان کو رکھیں تو ہمارے جد امجد کا ایمان سنگین اور بھاری ہو جائیگا۔

حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں:

حضرت ابوطالب کے دو اجر ہیں۔ ایک اجر ان کے ایمان کا اور دوسرا اجر ایمان مخفی رکھنے کا،

جیسا کہ اصحاب کہف نے اپنے ایمان کو مخفی رکھا۔

ایک شخص نے حضرت امام رضا سے حضرت ابوطالب کے ایمان کے بارے میں سوال کیا تو

آپ نے فرمایا: اگر ابوطالب کے ایمان پر اعتقاد نہ رکھو تو آخر کار تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

ایک شخص نے حضرت علی سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! میرے پدر بزرگوار

حضرت ابو طالب میرے جد امجد حضرت عبدالمطلب و ہاشم و عبدالمناف نے ہرگز ایک لحظہ کیلئے بھی بت پرستی نہیں کی ہے۔ ایک شخص نے پوچھا وہ اسلام سے پہلے کس چیز کی پرستش کرتے تھے؟

حضرت نے فرمایا: وہ لوگ خفیہ طور پر قبلہ کی طرف نماز پڑھتے تھے اور دین حنیف ابراہیم پر تھے کہ رسول اکرم سے اس سلسلہ کو مکمل فرمایا۔

فریقین (شیعہ و سنی) کے درمیان ایک اتفاقی مسئلہ ہے کہ اگر کوئی مشرک و کافر عورت مسلمان ہو جائے اور شوہر کفر کے اوپر باقی رہے تو اس عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر سے الگ (جدا) ہو جائے کیونکہ عقد ازدواج باطل ہو جاتا ہے۔

لہذا جب رسول خدا کی بیٹی زینب مسلمان ہو گئی اور اس کا شوہر زید بن العاص کفر پر باقی رہے تو رسول اکرم نے حکم دیا کہ وہ اپنے شوہر سے جدا ہو جائے۔

حضرت امام زین العابدین نے اس تاریخی واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا: ان لوگوں کے اوپر تعجب ہے جو حضرت ابو طالب کی طرف کفر و شرک کی نسبت دیتے ہیں جبکہ رسول خدا اس بات پر مامور تھے کہ جو عورت مسلمان ہو جائے اسے حکم دیں کہ وہ اپنے مشرک شوہر سے جدا ہو جائے۔

اسی بناء پر اگر حضرت ابو طالب کافر تھے تو حضرت رسول خدا کو چاہیے تھا کہ وہ جناب فاطمہ بنت اسد کو حضرت ابو طالب سے جدا کرتے؟ کیونکہ فاطمہ بنت اسد ہمارے جد امجد امیر المؤمنین علی کی مادر گرامی ہیں آپ سب سے پہلے اسلام لانے والی خواتین میں سے ہیں۔

لیکن پیغمبر اکرم نے کبھی بھی فاطمہ بنت اسد کو حضرت ابوطالب سے جدا ہونے کا حکم نہیں دیا۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالب با ایمان شخص تھے لیکن انہوں نے کسی مصلحت کی بنیاد پر اپنے ایمان کو مخفی رکھا تھا۔

ابن الحدید نے مایہ ناز کتاب شرح نہج البلاغہ میں حضرت امام سجاد کے اسی استدلال کو ایمان ابوطالب کے بارے میں ذکر کیا ہے۔ حضرت امام محمد باقر بھی حضرت ابوطالب کے ایمان پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت امیر المؤمنین علی ہر سال اپنے والد محترم کی نیابت میں حج کیلئے جاتے تھے۔ اگر حضرت ابوطالب مشرک ہوتے تو حج مشرک کیلئے کوئی معنی نہیں رکھتا ہے اس کے علاوہ حضرت امیر المؤمنین علی اپنے وصیت نامہ میں بھی وصیت کی کہ ہر سال اپنے والد کی نیابت میں حج کو جائیں۔

حضرت پیغمبر اکرم نے حضرت ابوطالب کیلئے رحمت اور مغفرت کی دعا فرمائی اور ان کی تشیع جنازہ میں گریہ و زاری بھی کی۔ اس بنیاد پر کہ رسول اکرم معصوم ہیں آپ کی دوستی خدا کی دوستی کی بنیاد پر ہے لہذا جس کسی کو بھی پیغمبر اکرم دوست رکھیں وہ خدا کا محبوب ہوا کرتا ہے۔ پیغمبر اکرم نے جناب عقیل سے فرمایا: میں تمہیں دو وجہ سے دوست رکھتا ہوں، ایک یہ کہ تم میرے رشتہ دار ہو اور دوسری وجہ یہ کہ جناب حضرت ابوطالب تم کو بہت چاہتے تھے۔

یہ تو ہم جانتے ہیں کہ حضرت رسول خدا کسی مشرک پر رحمت نہیں بھیجتے کیونکہ ہر موحد کیلئے ضروری ہے کہ وہ صرف مؤمن سے دوستی رکھے اور مشرک و کافر سے دشمنی رکھے اور اس سے

بیزار رہے یہ تصور کہ حضرت ابوطالب عمر کے آخر میں ایمان لائے تھے کہ کسی سند کے بغیر اور عقلی و نقلی شواہد کے مخالف ہے۔

زیارت ناموں اور بعض دعاؤں میں اہل بیت سے یوں خطاب ہے۔
اشھد انک کنت نوراً فی الاصلاب الشامخہ والارحام المظھرۃ۔

اے ہمارے مولا! ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ کا نور عظیم صلیبوں اور مطہر و منزه رحموں میں موجود تھا صحیح سند کے بنیاد پر ہمارا اعتقاد ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی کے تمام اجداد اور والدین ہر قسم کے شرک، بت پرستی اور گناہوں سے پاک انسان تھے اور ان کی پیشانی خدا کے علاوہ کسی چیز کے سامنے نہیں جھکی ہے ایک جھوٹی اور جعلی روایت کے بناء پر بعض مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اکرم کے والد گرامی حضرت عبداللہ اور حضرت علی کے والد گرامی حضرت ابوطالب کی جگہ شرک کی بناء پر آگ میں ہیں۔

اہل سنت کی اہم ترین کتاب کتاب صحیح مسلم میں کچھ اس طرح نقل ہوا ہے:

انس نے کہا: ایک شخص نے پیغمبر اکرم سے پوچھا: کیا میرا باپ آگ میں ہے؟ حضرت نے فرمایا: جی ہاں!

چونکہ کفر کی حالت میں دنیا سے چلے گئے تھے اس وجہ سے وہ آگ میں ہیں، پھر پیغمبر اکرم نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرے والد بھی آگ میں ہیں۔

سنن ابن ماجہ و ابن داؤد میں بھی روایات نقل ہوئی ہیں:

ابو ہریرہ نے کہا: پیغمبر اکرم نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اور گریہ کیا، جو لوگ وہاں پر

موجود تھے وہ بھی روئے، اس نے خداوند عالم سے اجازت لی تاکہ میں اپنی ماں کیلئے طلب مغفرت کروں لیکن مجھے اس طرح کی اجازت نہیں دی گئی، لیکن خداوند سے چاہا کہ ماں کی قبر کی زیارت کروں تو خداوند مجھے اجازت دے دی۔

آخر میں پیغمبر اکرم نے فرمایا تم لوگ بھی قبروں کی زیارت کرو کیونکہ قبروں کی زیارت موت کی یاد دلاتی ہے۔

اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ اس قسم کا اصرار جو اہل بیت کے آباؤ اجداد کو مخدوش کرنے کے بارے میں کیا جاتا ہے اس کا مقصد کیا ہے؟ اس قسم کی فکر، ہدف اور مقصد کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما ہیں؟

اس قسم کی مہم باتوں کو کسی اور موقعہ کیلئے چھوڑتے ہیں۔

رسول اکرم نے حضرت عبدالمطلب کے بارے میں امیر المؤمنین علی سے فرمایا: انہوں نے کسی بت کی پرستش نہیں کی اور نہ ہی ایسے حیوان کا گوشت کھایا ہے جو بت کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ اور انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنے جد امجد حضرت ابراہیم کے دین اور آئین کی پیروی کرتے ہیں۔

پیغمبر اکرم نے فرمایا: میں اور علی ایک ہی نور سے ہیں اور ہمیشہ ساتھ ساتھ ہیں ہمارا نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا رہا۔ پس اس نور کے دو حصے ہو گئے، ایک حصہ حضرت عبد اللہ کے صلب میں قرار پایا اور دوسرا حصہ حضرت ابوطالب کے صلب میں قرار پایا۔ بعد میں حضرت آمنہ کے بطن مبارک سے متولد ہوا اور علی فاطمہ بنت اسد کے بطن مبارک

سے دنیا میں آئے۔

ہم زیارت جامعہ میں پڑھتے ہیں:

اشهد انك كنت نورا في الاصلاب الشامحه والارحام المطهرة لم تنجسك
الجاهلة بانجاسها.

ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ عظیم لوگوں کے بلند و مرتبہ صلب اور پاک و مطہر ماؤں کے رحم
میں تھے جاہلیت کی نجاست نے آپ کو ہرگز چھوا تک نہیں ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اہل بیت میں سے کسی کے باپ یا ماں مشرک ہوتے، کیونکہ
قرآن مجید نے مشرکین کے نجس ہونے کا اعلان کیا ہے تو یہ نجاستیں وراثت کی بنیاد پر آنے
والی نسلوں میں منتقل ہوتی رہتیں اگر ایسا ہو تو پھر آیہ تطہیر کیلئے کوئی جگہ باقی نہیں رہتی۔ لہذا اگر
کوئی مسلمان، اہل بیت میں سے کسی کے باپ یا ماں کو مشرک جان لے تو گویا اس نے دانستہ
یا نادانستہ طور پر آیہ تطہیر کو رد کر دیا ہے اور جس نے آیہ تطہیر کو رد کر لیا اس کا حکم معین و مشخص ہے۔
حافظ گنجی شافعی لکھتے ہیں:

حضرت امیر المؤمنین علی کعبہ میں فاطمہ بنت اسد سے متولد ہوئے۔ حضرت ابوطالب اور
جناب فاطمہ بنت اسد نے کوہ البقیس کی بلندی پر جا کر خداوند عالم کی بارگاہ میں اس مولود کعبہ
کا نام مشخص و معین کرنے کیلئے یوں التماس کی۔

اے پروردگار عالم! جو رات کی تاریکی میں نور کی عظیم ہستی ہے اور اس چمکتے ہوئے آفتاب کا
مالک ہے، اپنے عظیم علم ملکون اور پوشیدہ رازوں سے ہمیں بتائیں کہ اس بچے کا نام کیا رکھا
جائے۔

یارب هذا القصب دجی
والقبر المبتلج المضی
بین لنا من امرک الخفی
ما ذاتری فی امر هنا الصبی
ایسے میں آسمان سے ایک لوح نازل ہوئی اس پر یہ شعر کندہ تھا:

حصصتما بالولد الذکی
والطاهر المنتخب الرضی
واسمه من قاصر العلی
علی اشتق من العلی
اس لوح کو حضرت ابوطالب نے محفوظ کیا اور کعبہ کی دیوار پر لٹکا دیا۔ بنی ہاشم اس لوح پر افتخار
کیا کرتے تھے۔

حجاج کے زمانے تک یہ لوح موجود رہی اس کے بعد گم ہو گئی۔
بعض کا کہنا ہے کہ ایک آواز حضرت ابوطالب کے کانوں تک آئی۔ اے ابوطالب! اے
فاطمہ بنت اسد!

میں نے یہ اعجاز اور افتخار صرف تم کو دیا ہے کہ حضرت علی جیسا عظیم فرزند تمہیں عنایت کیا اور یہ
عظیم فرزند میں نے اپنی خوشی اور رضایت کی بنیاد پر تمہیں عطا کیا ہے یہ ایسا فرزند ہے جو
پاک، زکی، طاہر، رضی اور منتخب شدہ ہے۔

(زکی (یعنی برگزیدہ)

(طیب طاہر، پارسا، طاہر یعنی پاک و پاکیزہ)

(رضی (یعنی دوست دار، راضی، خوشی، مرضی)

(منتخب (یعنی برگزیدہ، بزرگوار، عظیم شخصیت)

خداوند متعال نے فرمایا: کہ میں بلند مرتبہ ہوں لہذا اس مولود کا نام اپنے اسم سے مشتق کیا ہے اور اس نام علی رکھا ہے۔ حضرت ابوطالب نے اس واقعے کے بعد دس اونٹ قربان کئے اور خداوند عالم کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجلائے۔

اس واقعہ سے بہ خوبی استفادہ کیا جاسکتا ہے کہ:

جناب حضرت ابوطالب موحد تھے لہذا وہ خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوئے نہ کہ بتوں کے سامنے جھکے۔

مقام ابوطالب اس حد تک بلند تھا کہ خداوند عالم نے ان کے سوال کا جواب دیا۔

حضرت ابوطالب خدا کو سجدہ کیا نہ کہ بت کو۔

حضرت ابوطالب کیلئے عظیم ترین افتخار اور فخر یہ ہے کہ آپ کا علی جیسا فرزند ہے۔

کلمہ منتخب سے حضرت ابوطالب سمجھ گئے کہ وہ ایک ایسے فرزند کے باپ ہیں جو منصب امامت کیلئے منتخب ہو چکا ہے۔

کلمہ طاہر منتخب اور رضی سے استفادہ کرتے ہوئے حضرت امیر المؤمنین علی کی عصمت و طہارت ثابت ہوتی ہے۔

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالب کی معرفت بہت ہی بلند تھی، لہذا اپنے اشعار میں کہا:

(اے آفتاب و ماہتاب کے ہستی

(اے صاحب علم و مکنون

(اے زمین و آسمان کے مالک

جس طرح خداوند عالم نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا تھا اسی طرح حضرت ابوطالب سے بھی کلام کیا۔

حضرت ابوطالب۔ صاحب مستجاب الدعوات تھے۔

انصاف سے دیکھا جائے تو ان واقعات سے کافی حد تک حضرت ابوطالب کا موحد ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایمان حضرت ابوطالب خود اہل سنت کے منابع سے بھی ثابت ہوتا ہے لیکن بعض نے اس بات سے استفادہ کرتے ہوئے کہ وحی فقط پیغمبر سے مختص ہے اس واقعہ میں شک کیا ہے۔ حالانکہ کلمہ وحی اس نبی اور رسول سے مختص کیا گیا جو صاحب دین اور صاحب شریعت ہو۔ جب ہم قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں اور تلاوت کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ وحی شہد کی مکھی اور حضرت موسیٰ کی مادر گرامی کیلئے بھی استعمال ہوا ہے۔ لہذا اگر کلمہ وحی حضرت ابوطالب کیلئے استعمال ہوا ہے تو پریشانی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(حضرت موسیٰ کی ماں پیغمبر نہیں تھی، قرآن کہتا ہے

":واوحینا الی ام موسیٰ"

(حضرت عیسیٰ کی مادر گرامی بھی پیغمبر نہیں تھی لیکن ارشاد باری تعالیٰ ہو رہا ہے

: "فنادیناها من تحتها ان لا تحزنی"

خدا وند رب العزت نے حضرت ابوطالب کو دس (۱۰) فرزند عنایت کئے۔ حضرت امیر المؤمنین علی کے سوا کسی فرزند کا نام رکھنے کیلئے خدا سے درخواست نہیں کی یہ امر خود ایک انوکھی بات ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالب پہلے ہی سے جانتے تھے کہ علی کے جائے ولادت کعبہ میں ہے اور اس کا نام بھی صرف خدا ہی کو رکھنا ہے۔ حضرت ابوطالب کے ایک شعر کا مصرعہ یہ ہے

"بین لغامن امرک الحفی"

ہمارے لئے اپنے مخفی امور کو ظاہر کر۔

یہ اس واقعہ کے حوالے سے ایک لطیف اشارہ ہے۔

روایات کے مطابق حضرت امیر المؤمنین علی کا نام شروع خلقت میں ہی خداوند عالم نے رکھا تھا اور یہ بات پہناں اور مخفی رکھی تھی، یہاں تک کہ حضرت امیر المؤمنین علی کی ولادت ہوئی اور اس کو سب پر آشکار کر دیا۔

حلۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں: پیغمبر اکرم نے فرمایا:

مکتوب علی ساق العرش لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و محمد عبدی و رسولی و ایدتہ بعلی بن ابی طالب۔

عرش کے ساق پر لکھا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی

شریک نہیں ہے، محمد میرا بندہ اور میرا رسول ہے ان کی علی بن ابی طالب نے مدد کی۔ طبری نے اپنی تفسیر میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت علی کے حالات زندگی میں اور کفایۃ الطالب باب ۶۲ میں محمد بن یوسف گنجدی شافعی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔
 خصائص کبریٰ اور تفسیر درالمعتوٰر میں آیا ہے کہ رسول خدا نے شب معراج میں اس عبارت کو اسی صورت میں دیکھا ہے۔

خطیب خوارزمی مناقب میں لکھتے ہیں کہ پیغمبر اکرم نے فرمایا: مکتوب علی باب الجنۃ علیٰ اخو رسول اللہ۔

بہشت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے کہ علی، رسول خدا کے بھائی ہیں۔
 اب تو مشخص ہو گیا کہ سید البطحاء حضرت ابوطالب اولیاء الہی میں سے تھے۔ اور محکم و مضبوط ایمان کے مالک تھے۔ جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں:

ایک راہب تھا بنام شرم بن رعیت جو کہ ۱۹۰ سال عبادت کرتا رہا لیکن اس نے خدا سے کوئی حاجت طلب نہیں کی تھی۔ ایک دن وہ خدا کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے کہ خدا یا! مجھے کسی ولی خدا سے ملاقات اور اس کا دیدار کرا دے۔ اس کی دعا قبول ہوئی۔

خداوند رب العزت نے حضرت ابوطالب کو اس کے پاس بھیج دیا اس راہب نے جناب ابو طالب کو بشارت دی کہ خداوند عالم آپ کو ایک بیٹا عنایت کرے گا جو ولی خدا ہے اور اس کا نام علی ہے۔ جب انہیں دیکھیں تو میرا سلام عرض کرنا اور ان سے کہنا کہ مشرم راہب، خدا کی وحدانیت اور آپ کی ولایت اور آپ کے امیر المؤمنین ہونے کی شہادت دیتا ہے۔

اہل بیت کا حضرت ابوطالب کے ایمان پر اجماع ہے۔

ابن اثیر جزری شافعی اس بارے میں لکھتے ہیں: اہل بیت کا جناب حضرت ابوطالب کے ایمان پر اجماع تھا اور اجماع اہل بیت کے نزدیک حجت ہے۔ پیغمبر اکرم حضرت ابوطالب کو بہت چاہتے تھے اور فرماتے تھے۔ یہ بزرگوار قیامت کے دن شفاعت کی اجازت دریافت کریں گے۔

جب حضرت ابوطالب کی رحلت کی خبر حضرت علی نے حضرت رسول اکرم کو دی تو آنحضرت بہت غمگین اور محزون ہوئے اور فرمایا: یا علی جائیں اور ان کو غسل و کفن اور حنوط کریں جب دفن کیلئے تیار و آمادہ کر لیں تو مجھے خبر دیں۔ جب رسول خدا کی نگاہ مبارک اپنے چچا ابوطالب کی نعش پر پڑی تو آپ رو پڑے اور فرمایا: اے میرے چچا! آپ نے مجھ پر صلہ رحم اور مہربانی فرمائی۔ اے میرے چچا! آپ نے بچپن میں میری پرورش اور کفالت کی اور بڑا ہونے کے بعد میری حمایت اور نصرت فرمائی۔

اس کے بعد پیغمبر اکرم نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

خدا کی قسم! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میرے چچا ابوطالب کو اذن شفاعت دے گا جس پر تمام جن و انس تعجب کریں۔

حضرت ابوطالب کی رحلت پر حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور فرمایا: اے پیغمبر اکرم گرامی! آپ کے یاور اور حامی دنیا سے رحلت کر گئے۔ پس آپ مکہ سے ہجرت کر جائیں۔

حضرت ابوطالب کے بارے میں ہمیں چاہیے کہ کوئی بڑے قدم اٹھائیں کہ بعض روایات

کے مطابق آپ حضرت ابراہیم کے وصیوں اور ولیوں میں سے تھے۔ علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جناب ابوطالب اسلام اور پیغمبر اکرم پر پختہ ایمان رکھتے ہیں انہوں نے ہرگز کسی بت کے پوجا نہیں کی بلکہ آپ حضرت ابراہیم کے اوصیاء میں سے تھے۔

مرحوم شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں لکھتے ہیں: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جناب عبدالمطلب خدا کی حجت اور ابوطالب ان کے وصی اور جانشین تھے۔ روایت کے مطابق انبیاء کی امانتیں مثلاً عصاء حضرت موسیٰ، حضرت سلیمان کی انگشتری جناب عبدالمطلب کے ذریعے حضرت ابوطالب تک پہنچی اور انہوں نے وہ امانتیں حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ کے سپرد کیں۔

منابع و مأخذ

- ۱- منتخب التواریخ، ص ۴۳
- ۲- بحار الانوار، جلد ۱۹، ص ۲۴
- ۳- منتخب التواریخ، ص ۸۰
- ۴- تاریخ طبری، جلد ۲، ص ۲۷۲
- ۵- شرح ابن ابی حدید، جلد ۱۴، ص ۸۵
- ۶- تاریخ یعقوبی، جلد ۲، ص ۱۴
- ۷- تاریخ طبری، جلد ۲، ص ۲۷۷
- ۸- تاریخ طبری، جلد ۲، ص ۳۱۳
- ۹- کمال الدین صدوق، ص ۱۰۴
- ۱۰- شرح نهج البلاغه، ص ۳۱۲
- ۱۱- وقایع الایام، جلد ۱، ص ۳۰۳
- ۱۲- تاریخ الخمیس، جلد ۱، ص ۱۶۲
- ۱۳- استیعاب، جلد ۲، ص ۵۰۲
- ۱۴- سیره حلبی
- ۱۵- خطیب بغدادی، جلد ۱۳، ص ۱۶
- ۱۶- صحیح مسلم، جلد ۱، کتاب ایمان

- ۱۷۔ سنن ابن ماجہ وابن داؤد، ص ۱۹۵
- ۱۸۔ صحیح مسلم، جلد ۳
- ۱۹۔ سنن داؤد، ص ۱۹۵
- ۲۰۔ کفایۃ الطالب، ص ۲۶۰
- ۲۱۔ خصائص کبریٰ، ص ۱۰
- ۲۲۔ مناقب، جلد ۲، ص ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۷
- ۲۳۔ روضۃ الواعظین، جلد ۱، ص ۷۸
- ۲۴۔ منتخب التواریخ، ص ۱۱۳، ۱۱۴
- ۲۵۔ شرح ابن ابی الحدید، جلد ۱، ص ۶۶، ۸۵
- ۲۶۔ بحار الانوار، جلد ۱۹، ص ۶۹

ISLAMICMOBILITY.COM

IN THE AGE OF INFORMATION
IGNORANCE IS A CHOICE

*"Wisdom is the lost property of the Believer,
let him claim it wherever he finds it"*

Imam Ali (as)